۷۔ التعلیقات الاحسن علی شرح السلم لملا حسن :-

مولانا کی یہ تصنیف منطق میں ملا محمد حسن فرنگی محلی کی شرح سلم العلوم پر تعلیقات ہیں۔ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء میں مرتب ہوئے اور اگلے سال لکھنؤ سے متوسط تقطیع اور ایک سو چوہتر (۱۷۴) صفحات پر شائع ہوئے۔

۸۔ مسائل متعلقہ حقہ و حرمت نان پاؤ و افیون و چنڈو بنگ

یہ دراصل ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی (د ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ/۲۴-۱۸۲۳ء) اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ/۱۸-۱۸۱۷ء) کے فتاوی ہیں جن کو مولوی عبد الرحمٰن خان نے ترتیب دیا تھا۔ مولانا نے ان پر نظر ثانی کی اور اختتام لکھا۔ یہ مجموعہ ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں مطبع مصطفائی لکھنؤ سے طبع ہوا۔ مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ مولانا کی فارسی تصانیف بھی ہیں جو اجمالاً ذیل میں درج ہیں۔

۹۔ ہدایۃ النجدین الی مسائل العیدین

اس میں عید الفطر و عید الاضحیٰ کے مسائل مندرج ہیں۔ ایک مقدمہ دس ہدایات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ سن ۱۲۶۲ھ میں کانپور کے مطبع محمدی سے متوسط تقطیع میں ۵ صفحات پر مشتمل طبع ہوا۔

۱۰۔ التوشیحات المسندیہ بالمسائل المرددیہ

بارہ توشیحات پر مبنی یہ رسالہ مختلف مسائل کے سلسلہ میں ہے۔ سنہ ۱۲۵۶ھ میں لکھنؤ کے مطبع مصطفائی سے چوالیس (۴۴) صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔

© rasailojaraid.com

۱۱۔ القول الصواب فی مسائل الخضاب: یہ رسالہ رجب ۱۲۶۰ھ میں حرمین شریفین سے واپسی کے وقت بمبئی میں مکمل کیا ۱۲۶۱ھ میں لکھنؤ کے مطبع مصطفائی سے طبع ہوا۔

۱۲۔ درک المآرب فی آداب اللحیۃ والشوارب: یہ رسالہ بھی مسائل فقہ سے متعلق ہے ۱۲۶۶ھ میں طبع ہوا۔

۱۳۔ عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ۔

۱۴۔ العجالۃ الرقیقۃ فی مسائل العقیقۃ۔

۱۵۔ سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح۔

مندرجہ بالا تینوں رسائل بھی مطبوعہ ہیں۔

حواشی

۱۔ شمس التواریخ، حکیم نواب علی خاں (مطبع رائے صاحب منشی گلاب سنگھ ۱۸۹۸ء) ۲: ۲۳

۲۔ تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمٰن علی (لکھنؤ نول کشور پریس ۱۹۱۴ء) : ۳۵

۳۔ نزہۃ الخواطر، سید عبدالحی الحسنی (دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۹۴۷ء) ۵: ۱۵۰-۱۵۱

۴۔ " " " ۴: ۷۷-۷۸

۵۔ " " " ۴: ۳۷۴

۶۔ " " " ۳: ۹۴

۷۔ اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ (دہلی مطبع مجتبائی ۱۳۳۲ھ) : ۲۱۱؛ نزہۃ ۴: ۱۳۰

۸۔ نزہۃ الخواطر ۷: ۱۰۵

۹۔ شمس التواریخ ۲: ۲۳، تذکرہ: ۳۵؛ نزہۃ ۷: ۱۰۵

۱۰۔ " " ۲: ۲۴

۱۱۔ تذکرہ: ۳۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برامکہ تحقیق کی روشنی میں

(جناب مقصود احمد لکچرر عربی، ایم، ایس یونیورسٹی، بڑودہ)

برامکہ کی نسل اور مذہب کے متعلق اختلاف رائے ہے BROWNE ودیگر مورخین کے نزدیک یہ آتش پرست ایرانی تھے جبکہ بلاذری، مسعودی، ابن الفقیہ ہمدانی، سید سلیمان ندوی وغیرہم کے مطابق ان کی نسل ہندستانی اور ان کا مذہب "بدھ مت" تھا۔ ان کا معبد "نوبہار" جس کی اصل "نو دہار" ہے آتش کدہ نہیں بلکہ ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جس میں گوتم بودھ کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ لفظ "برمک" جس کی جمع عربی میں "برامکہ" مستعمل ہے سنسکرت لفظ "پرمکھ" (PRAMUKH) بمعنی برتر اور بڑے مرتبہ والے کی تعریب ہے۔ یہ لفظ سنسکرت میں آج بھی اسی معنی میں مستعمل ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور بلاذری، مسعودی، ابن الفقیہ ہمدانی، یاقوت، زکریا قزوینی وغیرہم کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ برامکہ نسلاً ہندوستانی اور مذہباً بت پرست (بدھ مت کے پیرو) تھے۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ "دہار" آتشکدہ کو نہیں بلکہ بودھوں کے معبد یا خانقاہ کو کہتے ہیں۔ سنسکرت کے ماہر ڈاکٹر زخاؤ نے بھی کتاب الہند کے انگریزی ترجمہ کے مقدمے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں "نوبہار" کی اصل "نو وہار" اور بودھ خانقاہ بتائی ہے[1]

۲- مسعودی نے "مروج الذہب" میں لکھا ہے کہ بعض رواۃ اور محققین نے "نوبہار" کے دروازے پر فارسی میں ایک کتبہ پڑھا جس میں لکھا تھا: "بوذاسف کا قول ہے کہ بادشاہوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ہیں: عقل، صبر اور مال۔ محققین اس پر متفق ہیں کہ عرب "بدھ" ہی کو بوذاسف کہتے تھے۔" اب اگر یہ بودھوں کا معبد نہ ہوتا بلکہ مجوسیوں کا ہوتا تو اس کے صدر دروازے پر بودھ کا قول کیوں لکھا ہوتا؟[2]

۳- بلخ خراسان ہے اور اس ملک کا مذہب اسلام سے قبل گذشتہ اور موجودہ دونوں محققین کے نزدیک "بودھ مت" تھا۔ ابن ندیم نے بھی اپنی کتاب "الفہرست" میں خراسان کی ایک پرانی تاریخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسلام سے پہلے خراسان کا مذہب "بودھ مت" تھا۔[3]

۴- برامکہ کے اسلام کے حال میں مورخین نے یہ لکھا ہے کہ نوبہار کے پجاری کا جو مذہب تھا وہی مذہب ہندوستان، چین اور ترکوں کے بادشاہ کا تھا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان، چین، کابل اور ترکستان کا مذہب "بودھ مت" تھا نہ کہ آتش پرستی اور مجوسیت۔[4]

۵- جب حضرت عثمان غنی رضؓ کے زمانے میں بلخ فتح ہوا تو نوبہار کا متولی برمک بھی دربار خلافت میں گیا اور وہاں وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہوگیا۔ جب وہاں سے بلخ واپس آیا تو لوگ اس کے تبدیل مذہب سے بہت برہم ہوئے اور اس کو معزول کر کے اس کی جگہ اس کے بیٹے کو متولی مقرر کیا۔ پھر نیزک طرخان (شاہ ترکستان) نے اس کو لکھا کہ اسلام چھوڑ کر پھر اپنے مذہب پر واپس آجاؤ۔ اس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اس کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھا سمجھ کر قبول کیا ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔ طرخان نے اس پر حملہ کرنا چاہا مگر برمک کی دھمکی سے وہ اس وقت چپ ہو گیا مگر بعد کو دھوکے سے اس نے اس کو اس کے ساتھ اس کے دس بیٹوں کو بھی قتل کر دیا۔ صرف ایک کمسن لڑکا بچ گیا۔ سوال یہ ہے کہ اگر نوبہار آتشکدہ ہوتا اور برامکہ مجوسی ہوتے تو ترک "بودھوں" کے بادشاہ طرخان کو اس پر غصہ کیوں آتا؟ اور وہ اس کے اور اس کے خاندان کے درپے کیوں ہوتا؟ [۵]

۶۔ برمک اور اس کی اولاد کے قتل ہو جانے کے بعد برمک کی بیوی اپنے کمسن بچے کو لیکر بھاگ گئی اور بھاگ کر کشمیر آئی۔ چنانچہ اس کمسن بچے نے کشمیر ہی میں تعلیم و تربیت پائی اور یہیں علم طب اور نجوم اور ہندوستان کے دوسرے علوم سیکھے اور اپنے باپ دادوں کے مذہب پر رہا۔ اتفاق سے ایک زمانہ میں بلخ میں طاعون آیا۔ وہاں کے لوگوں نے سمجھا کہ اپنے دین کے چھوڑ دینے کی وجہ سے یہ بلا ان پر آئی ہے۔ چنانچہ نوجوان برمک کو کشمیر سے بلخ بلوا کر نئے سرے سے نوبہار کی آرائش کی گئی۔

بلخ سے کشمیر بھاگ کر آنے کی اور یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ اس خاندان کا تعلق ہندوستان سے تھا اور ان کا مذہب "بودھ مت" تھا جس کا ایک مرکز کشمیر بھی تھا ورنہ ان کے لئے آسان تھا کہ وہ ترکوں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر اپنے ہم قوموں اور ہم مذہبوں کے پاس ایران جائیں یا مسلمانوں کے پاس آکر پناہ لیں۔ پھر ایک مجوسی لڑکے کی تعلیم و تربیت دوسرے ملک اور مذہب میں کیا ہو سکتی ہے اور یہاں اس کو اپنے مذہب کی کیا تعلیم ملتی ہے؟ [۶]

۷۔ یہ تو اس خاندان کے ہندوستان کے ساتھ تعلق کا واقعہ اس کے اسلام

© rasailojaraid.com